صوبیدار لطیف اللہ

مقالات

معیارِ زندگی کا اسلامی تصور اور اُس کے تقاضے

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق ہے اور کائنات کی ہر چیز کی روزی اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کا ذکر موجود ہے۔ سورۃ الذاریات میں ارشاد ہے:

﴿ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴾ (۱) اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے آسمان میں (یعنی اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں) ہے۔ سورۂ ھود میں ارشاد ہے:

﴿ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ﴾ (۲) اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ میں لے لی ہے۔

دابۃ کا لفظ ہر ذی روح حیوان پر بولا جاتا ہے۔ رزق کی حقیقت کیا ہے؟ مفسرِ قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب، قرطبی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"الرزق حقیقته ما یتغذی به الحی ویکون فیه بقاء روحه ونماء جسمه" (۳)

رزق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی جاندار کی غذا بنے اور اس میں اس کی روح کی بقا اور جسم کی نشوونما ہو۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ﴾ (۴)

اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں رزق کے سامان بنا دیئے اور ان کے لئے بھی جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔

صاحبِ ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

معایش کا واحد معیشۃ ہے اس سے مراد وسائلِ معاش ہیں یعنی کھانے پینے کی چیزیں اور امام ماوردی نے کہا ہے کہ اس سے "عمر بھر اسبابِ رزق میں تصرف کرنا" مراد ہے: (قرطبی)(۵)

وقیل انها التصرف فی اسباب الرزق مدة الحیاة قال الماوردی، وهو الظاهر

قرآن مجید کی ان آیات سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق کی تقسیم میں کمی و بیشی پر قادر ہیں جسے چاہتے ہیں فراوانی سے رزق دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں محدود اور تنگ رزق عطا کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے نبی ﷺ ان سے کہو میرا رب جسے چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا عطا کرتا ہے مگر اکثر لوگ اس کی حقیقت نہیں جانتے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر و توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دنیا میں رزق کی تقسیم کا انتظام جس حکمت و مصلحت پر مبنی ہے اس کو یہ لوگ نہیں سمجھتے اور اس غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ جسے اللہ کشادہ رزق دے رہا ہے، وہ اس کا محبوب ہے اور جسے تنگی کے ساتھ دے رہا ہے، وہ اس کے غضب میں مبتلا ہے حالانکہ اگر کوئی شخص ذرا آنکھیں کھول کر دیکھے تو اسے نظر آسکتا ہے کہ بسا اوقات بڑے ناپاک اور گھناؤنے کردار کے لوگ نہایت خوشحال ہوتے ہیں اور بہت سے نیک اور شریف انسان جن کے کردار کی خوبی کا ہر شخص معترف ہوتا ہے تنگ دستی میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اب آخر کون صاحبِ عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ کو یہ پاکیزہ اخلاق کے لوگ ناپسند ہیں اور وہ شریر و خبیث لوگ ہی اسے بھلے لگتے ہیں" (۷)

رزق کی فراخی اور تنگی ربِ کائنات کی مشیت سے ہی وابستہ ہے جیساکہ قرآن کی درج بالا آیت سے واضح ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ نے بھی اسی حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ کل شئی بقدر حتی العجز والکیس (۸) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر چیز تقدیر کے ساتھ ہے حتیٰ کہ بے چارگی و درماندگی اور دانائی و ہوشیاری۔

حضور اکرم ﷺ کی اس حدیثِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی صفات، قابلیت و ناقابلیت، صلاحیت و عدم صلاحیت اور عقلمندی و بیوقوفی وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی سے ہیں۔ الغرض اس دنیا میں جو کوئی جیسا اور جس حالت میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کے ماتحت ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہیں۔ ارض و سماء کے مالک ہیں۔ رزق کے تمام خزانوں کے مالک ہیں۔ وہ اپنے بندوں کے طبعی اور فطری حالات و عادات سے پوری طرح باخبر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال و ظروف کو جانتے ہوئے ایک مقررہ معلوم پیمانے پر رزق عطا فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴾ (۹)

اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں اور ہم ایک مقررہ اندازے پر نازل کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث کے ان نصوص کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ رزق کی فراخی اور تنگی کا سلسلہ مشیتِ ایزدی پر ہے اور وہ اپنے علم کی بنا پر اپنے بندوں کی روزی اور رزق کا پیمانہ مقرر فرماتے ہیں

رزق میں مدارج و مراتب کا اختلاف اور اس کی حکمتیں و مصلحتیں

کائنات کی ہر ذی روح مخلوق تک اللہ رزق پہنچا رہے ہیں۔ دوسری مخلوقات کے برعکس انسان کے [illegible] مراتب کے اختلاف میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شمار حِکم و مصالح مضمر ہیں۔ جن کی نشاندہی قرآن مجید نے یوں بیان فرمائی ہے:

۱۔ انسانوں میں فطری کمالات و اوصاف کا اختلاف

تمام انسانوں کی تخلیق میں فطری اختلاف ہے۔ اسی اختلاف کی بناء پر ان کی ذہنی صلاحیتوں اور کمالات و اوصاف میں فرق و امتیاز ہے۔ ان کی جسمانی توانائیوں اور طاقتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان کے افکار و خیالات اور نصب العین بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ نیز رزق حاصل کرنے کے اسلوب و اطوار بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ اسی فطری اختلاف کی بدولت رزق کے پیمانے بھی مختلف ہیں اور انصاف بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ رزق کے معاملہ میں انسان کی کوششوں اور صلاحیتوں کو مدنظر رکھا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴾ [۱۰]

اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ﴾ [۱۱]

بے شک تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔

۲۔ مربوط معاشرے کے قیام کے لئے ایک دوسرے کا محتاج ہونا

انسانوں میں رزق کے مدارج و مراتب کے اختلاف میں مضمر دوسری حکمت و مصلحت کے متعلق قرآن مجید کی سورۂ زخرف میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾ [۱۲]

کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔

بقول مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت کریمہ میں کفار کے اعتراض کے جواب میں چند مختصر الفاظ میں بہت ہی اہم باتیں ارشاد ہوئی ہیں:

"پہلی بات یہ ہے کہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرنا ان کے سپرد کب سے ہوگیا ہے؟ کیا یہ طے کرنا ان کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کس کو نوازے اور کس کو نہ نوازے؟

دوسری بات یہ کہ نبوت تو خیر بہت بڑی چیز ہے دنیا میں زندگی بسر کرنے کے جو عام ذرائع ہیں ان کی تقسیم بھی ہم نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے کسی اور کے حوالے نہیں کردی۔ ہم کسی کو حسین اور کسی کو بدصورت، کسی کو خوش آواز اور کسی کو بدآواز، کسی کو قوی ہیکل اور کسی کو کمزور، کسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ذہین اور کسی کو کند ذہن، کسی کو قوی الحافظہ اور کسی کو نسیان میں مبتلا، کسی کو سلیم الاعضاء اور کسی کو لاپاہج یا اندھا یا گونگا اور بہرا، کسی کو امیرزادہ اور کسی کو فقیرزادہ، کسی کو ترقی یافتہ قوم کا فرد اور کسی کو غلام یا پس ماندہ قوم کا فرد پیدا کرتے ہیں۔ اس پیدائشی قسمت میں کوئی ذرہ برابر بھی دخل نہیں دے سکتا۔ جس کو جو کچھ ہم نے بنا دیا ہے وہی کچھ بننے پر وہ مجبور ہے۔ اور ان مختلف پیدائشی حالتوں کا جو اثر بھی کسی کی تقدیر پر پڑتا ہے اسے بدل دینا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ پھر انسانوں کے درمیان رزق، طاقت، عزت، شہرت، دولت، حکومت وغیرہ کی تقسیم بھی ہم ہی کر رہے ہیں۔ جس کو ہماری طرف سے اقبال نصیب ہوتا ہے، اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور جس پر ہماری طرف سے ادبار آجاتا ہے، اسے گرنے سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ ہمارے فیصلوں کے مقابلے میں انسانوں کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ اس عالمگیر خدائی انتظام میں یہ لوگ کہاں فیصلہ کرتے چلے ہیں کہ کائنات کا مالک کسے اپنا نبی بنائے اور کسے نہ بنائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس خدائی انتظام میں یہ مستقل قاعدہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ سب کچھ ایک ہی کو یا سب کچھ سب کو نہ دے دیا جائے۔ آنکھیں کھول کر دیکھو ہر طرف تمہیں بندوں کے درمیان ہر پہلو میں تفاوت ہی تفاوت نظر آئے گا۔ کسی کو ہم نے کوئی چیز دی ہے تو دوسری کسی چیز سے اس کو محروم کردیا ہے اور وہ کسی اور کو عطا کردی ہے یہ اس حکمت کی بنا پر کیا گیا ہے کہ کوئی انسان دوسرے سے بے نیاز نہ ہو بلکہ ہر ایک کسی نہ کسی معاملہ میں دوسرے کا محتاج رہے۔ اب یہ کیسا احمقانہ خیال تمہارے دماغ میں سمایا ہے کہ جسے ہم نے ریاست اور وجاہت دی ہے اسی کو نبوت بھی دے دی جائے؟ کیا اس طرح تم یہ بھی کہو گے کہ عقل، علم، دولت، حسن، طاقت، اقتدار اور دوسرے تمام کمالات ایک ہی میں جمع کردیئے جائیں اور جس کو ایک چیز نہیں ملی اسے دوسری بھی کوئی چیز نہ دی جائے"۔ (۱۳)

مربوط معاشرے کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ سوسائٹی کا ہر فرد دوسرے افراد سے مل جل کر ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کرے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد دوسرے افراد سے بے نیاز ہوکر اپنی ضروریات پوری کرنا شروع کردے تو مربوط معاشرہ تشکیل پذیر نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے رزق میں تفاوت رکھا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں اور آپس میں پیوستہ رہ سکیں۔

۳۔ رزق کی فراوانی ظلم و طغیانی کو بڑھا دیتی ہے

رزق کے مدارج و مراتب کے اختلاف میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ اگر تمام انسانوں کے رزق میں وسعت اور فراوانی کردی جاتی تو ظلم و طغیانی اور سرکشی حد سے بڑھ جاتی۔ کیونکہ وسائلِ رزق کی کمی کی وجہ سے اکثر لوگ فتنہ و فساد، ظلم و زیادتی اور برے کاموں سے بچ جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ (۱۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے، وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ اسی آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر ان بندوں کو ان کی روزیوں میں وسعت مل جاتی، ان کی ضروریات سے زیادہ ان کے پلے پڑ جاتا تو یہ خرمستی میں آکر دنیا میں ہلڑ مچا دیتے اور دنیا کے امن کو آگ لگا دیتے۔ ایک دوسرے کو پھونک دیتا، بھون کھاتا، سرکشی اور طغیان، تکبر اور بے پرواہی حد سے بڑھ جاتی۔ اسی لئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا فلسفیانہ مقولہ ہے کہ زندگی کا سامان اتنا ہی اچھا ہے جتنے میں سرکشی اور لاابالی پن نہ آئے۔ پھر فرماتے ہیں: وہ (اللہ) ایک اندازے سے روزیاں پہنچا رہا ہے، بندے کی صلاحیت کا اسے علم ہے، غناء اور فقیری کے مستحق کو وہ خوب جانتا ہے۔ حدیث قدسی شریف میں ہے:

میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت مالداری میں ہے اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو وہ دینداری سے بھی جاتے رہیں گے اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقیری ہی ہے۔ اگر وہ مال حاصل کرلیں اور تونگر بن جائیں تو اس حالت میں، میں گویا ان کا دین فاسد کردوں"۔ (۱۵)

۴۔ رزق کی وسعت و تنگی سے انسان کی آزمائش کرنا مقصود ہے

اللہ تعالیٰ رزق کی فراوانی و تنگی دونوں حالتوں میں انسان کی آزمائش کرتا ہے۔ رزق اور مال و اسباب بکثرت دے کر وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس نے اللہ جل جلالہ کی امانت کا حق کیسے اور کس طرح ادا کیا۔ رزق کی فراوانی نے اسے اپنے رب سے غافل تو نہیں کردیا۔ اللہ جل جلالہ کی نعمت پانے کے بعد اپنے منعم حقیقی کا شکر بجالایا یا اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔ رزق کی کمی اور تنگی میں مبتلا کرکے اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ اس کا بندہ مصائب میں کون سا رویہ اختیار کرتا ہے، صبر کا دامن پکڑتا ہے یا شکوہ و شکایت کو اپنا معمول بناتا ہے۔ رزق کے مدارج و مراتب کے اختلاف میں یہی مصلحت و حکمت پوشیدہ ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الانعام میں اسی امتحان اور آزمائش کی مکمل تفصیل کے متعلق یوں ارشاد فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (۱۶)

وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ بلند درجے دیئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے والا رحم فرمانے والا بھی ہے۔

مولانا مودودیؒ نے اسی آیت مقدسہ کی تفسیر کے ضمن میں تین حقیقتیں بیان کی ہیں:

"ایک یہ کہ تمام انسان زمین میں خدا کے خلیفہ ہیں، اس معنی میں کہ خدا نے اپنی مملوکات میں سے بہت سی چیزیں ان کی امانت میں دی ہیں اور انہیں ان پر تصرف کے اختیارات بخشے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ان خلیفوں میں مراتب کا فرق بھی خدا ہی نے رکھا ہے کسی کی امانت کا دائرہ وسیع ہے اور کسی کا محدود، کسی کو زیادہ چیزوں پر تصرف کے اختیارات دیئے ہیں اور کسی کو کم چیزوں پر، کسی کو زیادہ قوت کارکردگی دی ہے اور کسی کو کم اور بعض انسان بھی بعض انسانوں کی امانت میں ہیں۔

تیسرے یہ کہ سب کچھ دراصل امتحان کا سامان ہے پوری زندگی ایک امتحان گاہ ہے اور جس کو جو کچھ بھی خدا نے دیا ہے، اسی میں اس کا امتحان ہے کہ اس نے کس طرح خدا کی امانت میں تصرف کیا۔ کہاں تک امانت کی ذمہ داری کو سمجھا اور اس کا حق ادا کیا اور کس حد تک اپنی قابلیت یا عدم قابلیت کا ثبوت دیا۔ اسی امتحان کے نتیجہ پر زندگی کے دوسرے مرحلے میں انسان کے درجے کا تعین منحصر ہے"۔(۱۷)

معیار زندگی اور اس کے تقاضے

رزق کے مدارج و مراتب کے اختلاف میں پنہاں حکمتوں اور مصلحتوں کو واضح کرنے کے بعد وضاحت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں کو کم اور محدود رزق مہیا ہوتا ہے۔ اسلام اور شریعت اسلامیہ ان سے کیا تقاضا کرتی ہے۔ ان میں کون کون سی اخلاقی خوبیاں اور اعلیٰ اوصاف ہونے چاہئیں تاکہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی دائرے کے اندر سکون و طمانیت کے ساتھ بسر کرنے کے قابل ہو سکیں اور معاشی زندگی کی تلخیوں اور پریشانیوں سے نجات پاکر دنیاوی و اخروی فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہو سکیں؟

۱۔ فراخ و بسیط رزق دیئے گئے افراد پر حسد نہ کرنا

تنگ اور محدود رزق پانے والے افراد کے دلوں میں زیادہ اور وسیع رزق پانے والوں کے خلاف نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور ان کے وسائل رزق کی بہتات اور کثرت کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہیں جس سے ان کی رنجیدگی و پریشانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن بدن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ دراصل ایسے لوگوں کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ رزق کی نعمت ان لوگوں سے چھین لی جائے کیونکہ وہ اسے اپنے سوا کسی دوسرے کے لئے پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ طٰہٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴾ (۱۸)

اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ الحجر میں اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (۱۹)

اپنی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے ان (اموال) کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے ان کے مختلف طبقوں کو اور رنجیدہ خاطر بھی نہ ہوں ان (کی گمراہی) پر اور مومنوں کے لئے اپنے پہلو کو جھکا دیجئے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس نعمت عظمیٰ کے سامنے، اس گنج شایگاں کی موجودگی میں یہ دولت دنیا اس قابل ہی کب ہے کہ آپ اس کی طرف نظر التفات کریں۔ جس کے پاس کوہ نور کا ہیرا ہو وہ بھی کبھی کوڑیوں کی طرف دیکھتا ہے خواہ ان کوڑیوں کے ڈھیر ہی کیوں نہ لگے ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا خوب ہی فرمایا ہے:

من اوتی القرآن فرأی احدًا اوتی من الدنیا افضل مما اوتی فقد صغر عظیمًا و عظم صغیرًا۔

جس شخص کو دولت قرآن بخشی گئی اور اس نے کسی دنیادار کو دیکھا اور اس کے سیم و زر کو نعمت قرآن سے افضل خیال کیا تو اس نے بڑی بے انصافی کی، اس نے عظیم المرتبت چیز کو حقیر جانا اور ایک حقیر چیز کو بڑا خیال کیا۔

عام انسانوں کی رہنمائی کے لئے حضور پرنور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کتنا مفید اور طمانیت بخش ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انظروا الی من ھو اسفل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فھو اجدر ان لا تزدروا نعمة الله علیکم [20]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی طرف دیکھو جو تم سے کم تر ہے اپنے سے برتر کی طرف نہ دیکھو، اس طرح جو نعمت اللہ تعالیٰ نے تم پر فرمائی تم اسے حقیر جاننے کی غلطی سے محفوظ رہو گے۔(مظہری)

حضور اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث اسی موضوع کے متعلق الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یوں ہے۔

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ قال اذا نظر احدکم الی من فضل علیه فی المال والخلق فلینظر الی من ھو اسفل منه [21]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسے شخص کو دیکھے جو مال اور صورت کے لحاظ سے اس پر فضیلت رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ اس شخص کو بھی دیکھے جو اس سے (مال اور صورت میں) کمتر ہے۔

انسانی زندگی کی معاشی تلخیاں اور دشواریاں اسی وجہ سے بڑھ رہی ہیں کہ انسان رزق و معاش کے دائرے میں اپنے سے افضل و برتر افراد کی مالی حیثیت پر جب نگاہ ڈالتا ہے تو وہ اپنی حیثیت کو کم تر اور حقیر جان کر اداسی و غمزدگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی کا سکون و اطمینان غائب ہو جاتا ہے۔ انسانی زندگی کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کی خاطر قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [22]

اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے اس کی تمنا نہ کرو۔

صاحب "تفہیم القرآن" اس آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو یکساں نہیں بنایا ہے بلکہ ان کے درمیان بے شمار حیثیتوں سے فرق رکھے ہیں۔ کوئی خوبصورت ہے اور کوئی بدصورت، کوئی خوش آواز ہے اور کوئی بد آواز، کوئی طاقتور ہے اور کوئی کمزور، کوئی سلیم الاعضاء ہے اور کوئی پیدائشی طور پر جسمانی نقص لے کر آیا ہے۔ کسی کو جسمانی اور ذہنی قوتوں میں سے کوئی زیادہ قوت دی ہے اور کسی کو کوئی دوسری قوت۔ کسی کو بہتر حالات میں پیدا کیا اور کسی کو بدتر حالات میں۔ کسی کو زیادہ ذرائع دیئے ہیں اور کسی کو کم، اسی فرق و امتیاز پر انسانی تمدن کی ساری گوناگونی قائم ہے اور یہ عین مقتضائے حکمت ہے۔ جہاں اس فرق کو اس کے فطری حدود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بڑھا کر انسان اپنے مصنوعی امتیازات کا اس پر اضافہ کرتا ہے وہاں ایک نوعیت کا فساد رونما ہوتا ہے اور جہاں سرے سے اس فرق ہی کو مٹا دینے کے لئے فطرت سے جنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، وہاں ایک دوسری نوعیت کا فساد برپا ہوتا ہے۔ آدمی کی یہ ذہنیت کہ جسے کسی حیثیت سے اپنے مقابلہ میں بڑھا ہوا دیکھے بے چین ہو جائے یہی اجتماعی زندگی میں رشک، حسد، رقابت، عداوت، مزاحمت اور کشاکش کی جڑ ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو فضل اسے جائز طریقوں سے حاصل نہیں ہوتا، اسے پھر وہ ناجائز تدبیروں سے حاصل کرنے پر اتر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اسی ذہنیت سے بچنے کی ہدایت فرما رہا ہے۔ اس کے ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ جو فضل اس نے دوسروں کو دیا ہو، اس کی تمنا نہ کرو البتہ اللہ تعالیٰ سے فضل کی (خود) دعا کرو وہ جس فضل کو اپنے علم و حکمت سے تمہارے لئے مناسب سمجھے گا، عطا فرما دے گا"۔ (۲۳)

اجتماعی زندگی میں سکون و اطمینان پیدا کرنے کی غرض سے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کتنی فضیلت و اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (۲۴)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے۔

جو لوگ غفلت سے لایعنی باتوں اور بے حاصل چیزوں میں اپنا وقت اور اپنی قوتیں صرف کرتے ہیں، وہ نادان جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنا قیمتی بنایا ہے اور وہ اپنے کیسے بیش بہا خزانہ کو مٹی میں ملاتے ہیں۔ اس حقیقت کو جنہوں نے سمجھ لیا ہے بس وہی دانا و عقلمند ہیں، اس لیے جو خوش نصیب چاہے کہ اس کو ایمان کا کمال حاصل ہو اور اس کے اسلام کے حسن میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنا وقت اور اپنی تمام خداداد قوتوں اور صلاحیتوں کو بس ان ہی کاموں میں لگائے جن میں خیر اور منفعت کا کوئی پہلو ہو یعنی جو معاد یا معاش اخروی کے لحاظ سے ضروری یا مفید ہوں۔

(۲) صبر و استقامت کا دامن تھامنا

کم اور محدود "وسائل رزق" رکھنے والے افراد سے اسلام کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں کیونکہ یہ رب کائنات کی ابتلا و آزمائش ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴾ (۲۵)

اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کرکے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔

صبر کے لغوی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں اور اس سے مراد: ارادے کی وہ مضبوطی، عزم کی وہ پختگی اور خواہشات نفس کا وہ انضباط ہے جس سے ایک شخص نفسانی ترغیبات اور بیرونی مشکلات کے مقابلے میں اپنے قلب و ضمیر کے پسند کئے ہوئے راستے پر لگاتار بڑھتا چلا جائے۔ (۲۶)

صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی مصیبت اور تکلیف کا کسی سے اظہار بھی نہ ہو اور ایسے صابروں کے لئے حضور ﷺ نے مغفرت کی بشارت دی ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما رفعہ من اصیب بمصیبة فی ما لہ او فی نفسہ فکتمھا ولم یشکھا الی الناس کان حقا علی اللہ ان یغفر لہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط) (۲۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے اس کا شکوہ شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیں گے۔

مالی مصائب کے شکار صابرین کے متعلق حضور اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث یوں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ من جاع او احتاج فکتمہ الناس کان حقا علی اللہ عز وجل ان یرزقہ رزق سنة من حلال (۲۸)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو بھوکا ہوا یا محتاج ہوا اور اس نے لوگوں سے اس کو چھپالیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو ایک سال تک "رزق حلال" پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صبر کی جو ترغیب و تلقین کرتے ہیں، اس کا منتہی و مقصود یہ ہے کہ غیروں کے سامنے ذلیل و خوار ہونے سے عوام الناس کو بچایا جاسکے لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور انسان کا اپنی ضرورتوں اور حاجات کا پیش کرنا زندگی کے نصب العین کی تکمیل ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من نزلت بہ فاقة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فانزلها بالناس لم تسد فاقته ومن نزلت به فاقة فانزلها باللہ فیوشک اللہ له برزق عاجل وآجل (۲۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو تنگی پہنچی اور اس نے اس کو لوگوں سے بیان کیا تو اس کی تنگی بند نہیں ہوتی اور جس کو تنگی پہنچی اور اس نے اس کو اللہ تعالیٰ کے آگے بیان کیا پس امید ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ جلدی یا بدیر رزق نصیب کرے گا۔

(۴) توکل اور رضا بالقضاء

انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ جو حقیقتیں ہم تک پہنچی ہیں، ان میں سے ایک اہم حقیقت یہ بھی ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے، سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلہ سے ہوتا ہے اور ظاہری اسباب کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ چیزوں کے ہم تک پہنچنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کے مقرر کئے ہوئے صرف ذریعے اور راستے ہیں۔ اس حقیقت پر دل سے یقین کرکے اپنے تمام مقاصد اور کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرنا، اسی سے لو لگانا، اسی کی قدرت اور اسی کے کرم پر نظر رکھنا، اسی سے امید یا خوف ہونا اور اسی سے دعا کرنا۔ بس اسی طرز عمل کا نام دین کی اصطلاح میں "توکل" ہے۔ پھر "توکل" سے بھی آگے رضا بالقضاء کا مقام ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ بندے پر جو بھی اچھے یا برے حالات آئیں، وہ یہ یقین کرتے ہوئے کہ ہر حال کا بھیجنے والا میرا مالک ہی ہے۔ اس کے حکم اور فیصلہ پر دل سے راضی اور خوش رہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ (۳۰)

اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا، اللہ اسے کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرکے ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ کی حدیث میں ہے جو شخص ہر طرف سے کھنچ کر اللہ کا ہو جائے، اللہ اس کی ہر مشکل میں اسے کفالت کرتا ہے اور بے گمان روزیاں دیتا ہے اور جو خدا سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ تعالیٰ بھی اسے اسی کی طرف سونپ دیتا ہے۔ (۳۱)

حضور اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لوانکم توکلتم علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا و تروح بطانا۔(۳۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الرزق لیطلب العبد کما یطلبہ اجلہ۔(۳۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: رزق بندے کو اس طرح ڈھونڈتا ہے جس طرح اس کی اجل (موت) اس کو ڈھونڈتی ہے۔

عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من قلب ابن ادم بکل واد شعبۃ فمن اتبع قلبہ الشعب کلھا لم یبال اللہ بأی وادٍ أھلکہ و من توکل علی اللہ کفاہ التشعب۔(۳۴)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے دل کے لئے ہر میدان میں شاخ ہے (یعنی ہر میدان میں آدمی کے دل کی خواہشات پھیلی ہوئی ہیں) پس جو آدمی اپنے دل کو ان سب شاخوں اور خواہشوں میں لگا دے گا اور فکر کے گھوڑے ہر طرف دوڑائے گا تو اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہ ہوگی کہ کس وادی اور میدان میں اس کی ہلاکت ہو اور جو آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے (اور اپنی حاجتیں اس کے سپرد کردے اور اپنی زندگی کو اس کا تابع فرمان بنا دے) تو اللہ تعالیٰ اس کی ساری ضرورتوں کے لئے کفایت کرے گا (اور اس کو دل کے اطمینان و سکون کی وہ دولت نصیب ہوگی جو اس دنیا کی سب سے بڑی دولت و نعمت ہے)

اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور بھروسہ کے ساتھ ساتھ رضا بالقضاء پر انسان کی سعادت و نیک بختی کا دارومدار ہے اور انسان کی شقاوت و بدبختی کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ناخوش ہو۔ حدیث نبوی ہے:

عن سعد رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من سعادۃ ابن آدم رضاہ بما قضی اللہ لہ و من شقاوۃ ابن آدم ترکہ استخارۃ اللہ و من شقاوۃ ابن آدم سخطہ بما قضی اللہ۔(۳۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نیک بختی اور خوش نصیبی میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے جو فیصلہ ہو وہ اس پر راضی رہے اور آدمی کی بد بختی اور بد نصیبی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے خیر اور بھلائی کا طالب نہ ہو اور اس کی بد نصیبی اور بد بختی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ناخوش ہو۔

(۴) قناعت و استغناء

قناعت و استغناء کا شمار ان اخلاقی اوصاف و صفات میں ہوتا ہے جن کی بنا پر انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب اور اس دنیا میں بھی اعلیٰ و ارفع مقام حاصل کرلیتا ہے۔ قناعت و استغناء کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ ملے اس پر وہ راضی و مطمئن ہو جائے اور زیادہ کی حرص و لالچ نہ کرے، اللہ تعالیٰ جس انسان کو قناعت کی دولت نصیب فرمائے تو وہ یقیناً بڑی نعمت سے نوازا گیا۔

عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ قد افلح من اسلم و رزق کفافا و قنعہ اللہ بما آتاہ[۳۶]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کامیاب اور بامراد ہوا وہ بندہ جس کو حقیقت اسلام نصیب ہوئی اور اس کو روزی بھی بقدر کفاف ملی اور اللہ تعالیٰ نے اسکو اس قدر قلیل روزی پر قانع بھی بنا دیا۔

انسان وسیع رزق رکھنے کے باوجود اس میں زیادتی کا حریص ہو تو وہ مطمئن نہیں رہ سکتا اور وہ دل کا فقیر ہی رہے گا لیکن اسکے برعکس جس کے پاس زندہ رہنے کے لئے مختصر اور محدود رزق ہو اور اس پر وہ مطمئن اور قانع ہو تو فقر و افلاس کے باوجود وہ دل کا غنی رہے گا۔ اسی چیز کو حضور اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس[۳۷]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دولت مندی مال و اسباب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اصلی دولت مندی دل کی بے نیازی ہے۔

اس حقیقت کو حضور اکرم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں وضاحت کے ساتھ یوں بیان فرمادیا:

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول اللہ ﷺ یا ابا ذر تقول کثرۃ المال الغنی قلت نعم، قال تقول قلۃ المال الفقر؟ قلت نعم، قال ذالک ثلاثا ثم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الغنی فی القلب والفقر فی القلب[۳۸]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مجھ سے ارشاد فرمایا۔ ابوذر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال زیادہ ہونے کا نام تونگری ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں حضور ﷺ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مال کم ہونے کا نام فقیری اور محتاجی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں حضور ﷺ۔ یہ بات آپ ﷺ نے مجھ سے تین دفعہ ارشاد فرمائی' اس کے بعد ارشاد فرمایا اصلی دولت مندی دل کے اندر ہوتی ہے اور اصلی محتاجی اور فقیری بھی دل ہی میں ہوتی ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے فضل کا طلبگار اور دعاگو رہنا

سب سے اہم اور ضرو... جس کا اسلام اہل "رزق تقدر" سے تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اس کے **فضل** کا طلب گار رہنا چاہیے اور اسی کے آگے دست سوال دراز کرکے اپنی حاجات براری کے لئے دعاگو ہونا چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴾[۳۹]

زمین اور آسمانوں میں جو بھی ہیں، سب اپنی حاجتیں اسی سے مانگ رہے ہیں، ہر آن وہ نئی شان میں ہے۔

اللہ تعالیٰ جہاں انسان کو اپنے **فضل** کا طلبگار ہونے کی تلقین کرتے ہیں، وہاں اپنے بندوں کو یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ وہ ان برگزیدہ اور نیک شعار لوگوں کی صحبت اور معیت اختیار کریں جو ہمہ وقت اس کی رضا و خوشنودی کے طلب گار ہو کر اسے پکارتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾[۴۰]

اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔

دعا عبدیت کا جوہر اور خاص مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت بندے کا ظاہر و باطن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدیت میں ڈوبا ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کو عین عبادت قرار دیا ہے:

عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال الدعاء هو العبادة ثم قرأ ﴿ و قال ربكم ادعونى أستجب لكم إن الذين يستكبرون عن عبادتى سيدخلون جهنم داخرين ﴾ (41)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا عبادت ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وقال ربكم ادعونى أستجب لكم ﴾ الخ

حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا منشا یہ ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ بندے جس طرح اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے دوسری محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں، اسی طرح کی ایک کوشش دعا بھی ہے۔ جو اگر قبول ہوگئی تو بندہ کامیاب ہو گیا اور اس کو کوشش کا پھل مل گیا اور اگر قبول نہ ہوئی تو وہ کوشش بھی رائیگاں گئی، بلکہ دعا کی ایک مخصوص نوعیت ہے اور وہ یہ کہ وہ حصول مقصد کا وسیلہ ہونے کے علاوہ بذات خود عبادت اور عین عبادت ہے اور اس پہلو سے وہ بندے کا ایک مقدس عمل ہے۔ جس کا پھل اس کو آخرت میں ضرور ملے گا۔ (42)

ایک دوسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے دعا کی افضلیت و اہمیت کو اجاگر کرنے کی غرض سے یوں ارشاد فرمایا:

عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال الدعاء مخ العبادة۔ (43)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندے کا سب سے عزیز اور قیمتی عمل دعا اور سوال ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں:

قال رسول الله ﷺ انه من لم يسال الله يغضب عليه (44)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ سلوا الله من فضله فان الله يحب ان يسال وافضل العبادة انتظار الفرج۔ (45)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو، اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔

دعا کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک سے باسانی کیا جاسکتا ہے۔

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ ولا یرد القدر الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر[26]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کو اس کے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا بدل دیتی ہے اور نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دعا کا مرتبہ و مقام دوسری عبادات کے برابر ہے۔ عبادت کے علاوہ دعا حصول مقصد کا وسیلہ اور ذریعہ بھی ہے۔ اسلام "رزق قدر" دیئے گئے افراد سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ رزق کی فراخی و فراوانی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا اور سوال برابر کرتے رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اس عمل کو بہت زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ انسان جب اپنی حاجات اللہ جل شانہ کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس کی ضروریات و احتیاجات کو اللہ تعالیٰ ضرور پورا کر دیتا ہے۔

زہد اختیار کرنا

"زہد" کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبت ہو جانے کے ہیں، اور دین کی خاص اصطلاح میں آخرت کے لئے دنیا کے لذائذ و مرغوبات کی طرف سے بے رغبت ہو جانے اور عیش و تنعم کی زندگی ترک کر دینے کو "زہد" کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے "زہد" کی حقیقت یوں بیان فرمائی ہے:

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال الزھادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا باضاعۃ المال ولکن الزھادۃ فی الدنیا ان لا تکون بما فی یدیک اوثق مما فی یدی اللہ وان تکون فی ثواب المصیبۃ اذا انت اصبت بھا ارغب فیھا لو انھا ابقیت لک[27]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا کے بارے میں زہد اور اس کی طرف سے بے رغبتی، حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے اور اپنے مال کو برباد کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ "زہد" کا اصل معیار اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے پاس اور تمہارے ہاتھ میں ہو اس سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ تم کو اس پر ہو جو اللہ تعالیٰ کے پاس اور اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اور یہ کہ جب تم کو کوئی تکلیف اور ناخوشگواری پیش آئے تو اس کے اخروی ثواب کی رغبت تمہارے دل میں زیادہ ہو بہ نسبت اس خواہش کے کہ وہ تکلیف اور ناگواری کی بات تم کو پیش ہی نہ آتی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا:

دلنی علی عمل اذا عملته، احبنی اللہ واحبنی الناس، قال ازهد فی الدنیا یحبک اللہ وازهد فیما عند الناس یحبک الناس[۴۸]

مجھے ایک ایسا عمل بتائیں جس کو میں کروں تو اللہ تعالیٰ بھی محبت کرے اور لوگ بھی محبت کریں، آپ ﷺ نے فرمایا دنیا میں رغبت نہ کرو تجھ کو اللہ تعالیٰ دوست رکھے گا اور لوگوں کے پاس جو چیز ہے اس میں رغبت نہ کر تجھ کو لوگ دوست رکھیں گے۔

ان احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو کچھ رزق اور مال اللہ تعالیٰ عطا کردے اس کو فانی اور ناپائدار یقین کرتے ہوئے اس پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرے بلکہ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے غیرفانی غیبی خزانوں پر اور اس کے فضل پر زیادہ اعتماد اور بھروسہ کرے۔

اسلامی تقاضوں سے انحراف کے بھیانک نتائج

ایک مومن مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے ان تقاضوں سے انحراف نہ کرے، بالخصوص ایسے افراد جن کو اللہ تعالیٰ نے محدود پیمانے پر رزق عطا کیا ہے اور وہ اپنے سے اعلیٰ اور بہتر رزق رکھنے والے افراد پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ان کے قلوب و اذہان میں بے چینی اور اضطراب کے طوفان اٹھ آتے ہیں۔ زبانیں شکوے شکایات اگلتی رہتی ہیں۔ غرضیکہ ان کی زندگی میں معاشی الجھنیں ایسا تلاطم پیدا کردیتی ہیں جس سے وہ جائز اور ناجائز میں تمیز اور فرق نہیں کرسکتے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جرائم پیشہ افراد کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے جو کسی نہ کسی طرح سماج اور معاشرے کے اندر رزق کے مدارج و مراتب کا اختلاف دیکھ کر انتقام پر اتر آتے ہیں کیونکہ وہ اپنے سے بہتر اسباب عیش، افراط آسائشات اور تعیشات کو دیکھ کر ان کے حصول میں کھو کر رہ جاتے ہیں۔

مختلف جرائم کے وقوع پذیر ہونے کے اسباب پر ایک غائرانہ نگاہ ڈالئے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بیشتر جرائم اور وارداتیں جن میں قتل، ڈاکہ، رہزنی، چوری، لوٹ مار اور خودکشی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرفہرست ہیں، ان کے ارتکاب میں معاشی و اقتصادی پہلو کا عمل دخل ہے اور ان جرائم اور وارداتوں میں وہی لوگ ملوث ہیں جو "رزقِ قدر" کے سلسلے میں اسلامی تقاضوں سے انحراف کرکے اپنی دنیا اور آخرت کا خسارہ مول لیتے ہیں۔ ان شقی القلب اور سنگ دلوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ رزق کے مدارج و مراتب کے اختلاف میں ایزدی مصلحتیں اور حکمتیں مضمر ہیں۔ ان کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر ان اسلامی تقاضوں پر پورا اترنے کی جدوجہد کریں جو اسلام نے ان پر اس سلسلے میں لازم کردی ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنی بیشتر خود ساختہ معاشی پریشانیاں دور کرکے قلبی طمانیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور دنیاوی و اخروی فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہو سکیں۔

دنیاوی مال و متاع کی حقیقت

دنیاوی مال و متاع، جس سے انسان بہرہ ور اور مستفید ہو رہا ہے، آخرت کے مقابلے میں یہ نہایت حقیر اور قلیل ہے۔ دنیاوی سامان، عیش و عشرت اور لوازمات زندگی، اخروی انعام و اکرام کے مقابلے میں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتے کیونکہ ایک "بندہ مومن" دنیا کی بجائے آخرت کو مقدم رکھتا ہے جس کی اہم وجہ فانی و ناپائیدار انعامات کی بجائے دائمی و ابدی انعامات کا حصول ہے۔ دنیا کے طلب گار اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس سے کہیں بڑی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں جو صرف ایمان والوں کے حصے میں آئیں گی۔ مومنوں کو دنیا کے فریب سے محفوظ و مامون رکھنے کی خاطر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اجمالاً اور تفصیلاً دنیا و آخرت کا موازنہ کرکے یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کا انتخاب کریں۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے:

﴿ مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ (١٥) أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ (١٥:١٦)

جو لوگ دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کے طلب گار ہوتے ہیں، ان کی کارگزاری کا سارا ثمر ہم یہیں ان کو دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی مگر آخرت میں ان لوگوں کے لئے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ انہوں نے دنیا میں بنایا وہ سب ملیا میٹ ہو گیا اور ان کا سارا کیا دھرا محض باطل ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ المال والبنون زينة الحيوة الدنيا والبقيت الصلحت خير عند ربك ثوابا وخير املا ﴾ (۵۱)

یہ مال و اولاد محض دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انہی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

دنیاوی مال و متاع کی بے وقعتی کے متعلق قرآن مجید کا نظریہ معلوم کرنے کے بعد احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس کی حقیقت کو آشکارا کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ الدنیا حلوة خضرة وان الله مستخلفكم فيها فينظر كيف تعملون فاتقوا الدنيا (۵۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا نہایت شیریں اور سرسبز یعنی نظر میں پسندیدہ چیز ہے اور خدا تمہیں دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے پھر وہ دیکھے گا کہ تم کس طرح عملی زندگی بسر کرتے ہو پس تم دنیا سے بچو۔

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے دنیا اور آخرت کی حقیقت کو بڑے دلنشین انداز میں تمثیل کے طور پر بیان فرمایا ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

عن المستورد بن شداد رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول والله ما الدنيا في الآخرة الا مثل ما يجعل احدكم اصبعه في اليم فلينظر بم يرجع؟ (۵۳)

حضرت مستورد رضی اللہ عنہ بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے خدا کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دریا میں انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیا چیز لے کر واپس آئی ہے (یعنی پانی کا کتنا حصہ انگلی کے ساتھ آتا ہے)

حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی طلب و فکر کا مرکز و محور آخرت کو بنانے کی خاطر بڑا جامع انداز اپنایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

عن جابر رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ مر بجدی اسك ميت فقال ايكم يحب ان هذا له بدرهم؟ فقالوا ما نحب انه لنا هذا بشئ، قال فوالله الدنيا اهون على الله من هذا عليكم (۵۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ بکری کے ایک مردہ بچے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قریب سے گزرے جس کے چھوٹے چھوٹے کان تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے کوئی اس مرے ہوئے بچے کو صرف ایک درہم میں خرید نا پسند کرے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، ہم تو اس کو کسی قیمت پر بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے خداوند تعالیٰ کی کہ دنیا اس کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل اور بے قیمت ہے جتنا ذلیل اور بے قیمت تمہارے نزدیک یہ مردار بچہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد مبارک ہے:

عن سهل بن سعد رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقى كافرا منها شربة[55]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر برابر بھی ہوتی تو کسی کافر منکر کو وہ اس دنیا میں ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔

اس حدیث نبوی ﷺ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک دنیا نہایت ہی حقیر اور بے قیمت چیز ہے۔ اگر اس کی کچھ بھی قدر و قیمت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان باغیوں کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔

حضور اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث سے تو دنیا کی پوری قلعی کھل جاتی ہے۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر[56]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

اس حدیث مبارک میں ایمان والوں کے لئے یہ سبق ہے کہ وہ دنیا میں حکم و قانون کی پابندی اور قید خانہ والی زندگی گزاریں اور اس دنیا سے جی نہ لگائیں کیونکہ اس دنیا سے دل کا لگانا اور اس کے عیش کو اپنا اصل مقصود و مطلوب بنانا مومنوں کا شیوہ نہیں۔

قرآن و حدیث کے ان نصوص کی روشنی میں اسلام نے دنیا کے متعلق جو تصور دیا ہے اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ مومن کو "بندۂ خدا" بن کر رہنا ہے، "بندۂ دنیا" بننا اس کے ایمان اور منصب خلافت الہیہ کے شایاں شان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دنیا پرست بن کر اس امانت کا حق ادا نہیں کر سکتا جو اس کے مالک و خالق نے اسے سونپی ہے۔ اس کے لئے متوازن اور معتدل راستہ یہی ہے کہ وہ دنیا کو خلافت و عبادت کے تقاضوں کی تکمیل میں استعمال کرے "سامان دنیا" سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دہ تو اٹھائے لیکن "لذات دنیا" میں ڈوب کر نہ رہ جائے۔ مومن کے نزدیک دنیا آخرت کی کھیتی ہے وہ اس کھیتی میں محنت و مشقت کرکے نیکی کے بیج بوتا ہے تاکہ آخرت میں زیادہ سے زیادہ اور زیادہ سے عمدہ پھل پائے۔ وہ اس دنیا میں ذمہ دار بنا کر بھیجا گیا ہے اور اگر وہ ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن نباہے گا تو آخرت کے احتساب میں سرخرو ہو کر نکلے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فمن الناس من يقول ربنا آتنا في الدنيا وما له في الآخرة من خلاق ومنهم من يقول ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار أولئك لهم نصيب مما كسبوا والله سريع الحساب ﴾

ان لوگوں میں کوئی تو ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دے دے۔ ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکاتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

قرآن مجید کی ان آیات مقدسہ میں دین اور دنیا میں اعتدال و توازن قائم کرنے کا درس ملتا ہے۔ دنیا کو طلب کرنے سے دنیا تو مل جاتی ہے لیکن اخروی فلاح و کامرانی طلب کرنے والے کا مقدر نہیں بنتی، لیکن جو شخص طلب کرنے میں توازن قائم کرے یعنی دنیاوی بھلائیوں کے ساتھ ساتھ اخروی بھلائیاں اور انعامات بھی مانگے تو ایسا شخص دوگنا فائدہ اٹھائے گا۔ اس نے طلب و عمل کے ذریعے دنیا کو بھی قابل اعتنا سمجھا لیکن دنیا اس کو آخرت کے بارے میں غافل نہ کر سکی۔ اس نے ساتھ ہی آخرت کی بھلائی بھی چاہی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے دین و دنیا میں اعتدال و توازن قائم کرنے کی شاندار ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے:

"جو شخص "تہذیب اسلام" کی تاریخ کا مطالعہ کرے گا اسے یہ بات نمایاں طور پر محسوس ہوگی کہ اس میں جب تک خالص اسلامیت رہی اس وقت تک یہ ایک خالص عملی تہذیب تھی، اس کے پیروؤں کے نزدیک دنیا آخرت کی کھیتی تھی، وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ دنیا میں جتنی مدت وہ زندہ ہیں اس کا ہر لمحہ اس کھیتی کو بونے اور جوتنے میں صرف کردیں اور زیادہ سے زیادہ تخم ریزی کریں تاکہ بعد کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ فصل کاٹنے کا موقع ملے۔ انہوں نے رہبانیت اور لذتیت کے درمیان ایک ایسی متوازن اور متوسط حالت میں دنیا کو برتا جس کا نام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشان بھی ہم کو کسی دوسری تہذیب میں نظر نہیں آتا۔ خلافت الٰہی کا تصور ان کو دنیا میں پوری طرح منہمک ہونے اور اس کے معاملات کو انتہائی سرگرمی کے ساتھ انجام دینے پر ابھارتا تھا اور اس کے ساتھ مسئولیت اور ذمہ داری کا خیال انہیں حد سے متجاوز بھی نہ ہونے دیتا تھا وہ "نائب خدا" ہونے کی وجہ سے انتہا درجہ کے خوددار تھے اور پھر یہی تصور ان میں تکبر اور غرور کی پیدائش کو روکتا تھا۔ وہ خلافت کے فرائض انجام دینے کے لئے ان تمام چیزوں کی طرف رغبت رکھتے تھے جو دنیا کا کام چلانے کے لئے ضروری ہیں، مگر اس کے ساتھ ہی ان چیزوں کی طرف کوئی رغبت نہ تھی جو دنیا کی لذتوں میں گم کرکے اس کے فرائض سے غافل کردینے والی ہیں۔ غرض وہ دنیا کے کام کو اس طرح چلاتے تھے کہ گویا ان کو ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور پھر اس کی لذتوں میں منہمک ہونے سے اس طرح بچتے رہتے تھے کہ گویا یہ دنیا ان کے لئے ایک سرائے ہے جہاں محض عارضی طور پر وہ مقیم ہوگئے ہیں۔ (۵۷)

حوالہ جات

۱- سورۃ الذاریت: ۲۲ —— ۲- سورۃ ھود: ۶ —— ۳- ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، جلد دوم ص ۳۴۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور —— ۴- سورۃ الحجر: ۲۰ —— ۵- ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، جلد دوم ص ۳۵۷ —— ۶- سورۃ سباء: ۳۶ —— ۷- تفہیم القرآن- سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، جلد چہارم ص ۲۰۷، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور —— ۸- مشکوۃ المصابیح، جلد اول، باب الایمان بالقدر ص ۳۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور —— ۹- سورۃ الحجر: ۲۱ —— ۱۰- سورۃ النجم: ۳۹ —— ۱۱- سورۃ اللیل: ۴ —— ۱۲- سورۃ الزخرف: ۳۲ —— ۱۳- تفہیم القرآن، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، جلد چہارم ص ۵۳۶-۵۳۷ —— ۱۴- سورۃ شوریٰ: ۲۷ —— ۱۵- تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکور، نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی —— ۱۶- سورۃ الانعام: ۱۶۵ —— ۱۷- تفہیم القرآن، جلد اول ص ۶۰۶، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور —— ۱۸- سورۃ طٰہٰ: ۱۳۱ —— ۱۹- سورۃ الحجر: ۸۸ —— ۲۰- ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، جلد دوم ص ۵۴۹-۵۵۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور —— ۲۱- صحیح بخاری شریف، جلد سوم، کتاب الرقاق ص ۵۲۳، مطبع سعیدی کراچی —— ۲۲- سورۃ انسان: ۳۲ —— ۲۳- تفہیم القرآن، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، جلد اول ص ۳۴۸، مطبع فیروز سنز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاہور ــــ ۲۴۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم ص ۴۲۲، مکتبہ رحمانیہ
لاہور۔ ــــ ۲۵۔ سورۃ البقرہ:۱۵۵ ــــ ۲۶۔ تفہیم القرآن، مولانا مودودی، جلد اول
ص ۳۷، مطبع فیروز سنز لاہور۔ ــــ ۲۷۔ معارف الحدیث، مولانا محمد منظور نعمانی، جلد دوم
ص ۱۰۳، دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ــــ ۲۸۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، باب
فضل الفقراء وماکان عیش النبی ﷺ ص ۵۰۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور ــــ ۲۹۔ جامع ترمذی، جلد
دوم، ابواب الزہد ص ۱۰۴، مطبع سعیدی کراچی ــــ ۳۰۔ سورۃ الطلاق:۳ ــــ ۳۱۔ تفسیر ابن
کثیر، جلد پنجم ص ۸۶، نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔ ــــ
۳۲۔ سنن ابن ماجہ، جلد دوم، باب التوکل والیقین ص ۵۵۰، مطبع سندھ ساگر پرنٹرز لاہور ــــ
۳۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، باب التوکل والصبر ص ۵۱۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور ــــ ۳۴۔ سنن
ابن ماجہ، جلد دوم، باب التوکل والیقین ص ۵۵۱ ــــ ۳۵۔ مشکوٰۃ المصابیح (مترجم) جلد دوم،
باب التوکل والصبر ص ۵۲۱، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور ــــ ۳۶۔ ایضاً، کتاب الرقاق ص ۴۸۸
ــــ ۳۷۔ صحیح بخاری شریف، جلد سوم، کتاب الرقاق ص ۵۱۰ ــــ ۳۸۔ معارف الحدیث،
مولانا محمد منظور نعمانی، جلد دوم ص ۲۹۴، دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ــــ
۳۹۔ سورۃ الرحمٰن:۲۹ ــــ ۴۰۔ سورۃ الکھف:۲۸ ــــ ۴۱۔ جامع ترمذی، جلد دوم، ابواب
الدعوات ص ۵۷۰، مطبع سعیدی کراچی ــــ ۴۲۔ معارف الحدیث جلد پنجم ص ۱۱۷ ــــ
۴۳۔ جامع ترمذی، جلد دوم، ابواب الدعوات ص ۵۷۰، مطبع سعیدی کراچی ــــ ۴۴۔ ایضاً
ــــ ۴۵۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد اول، کتاب الدعوات ص ۴۸۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور ــــ ۴۶۔
ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، جلد دوم ص ۴۹۵ ــــ ۴۷۔ معارف الحدیث، مولانا محمد
منظور نعمانی، جلد دوم ص ۱۰۱ ــــ ۴۸۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الرقاق ص ۴۹۰، مکتبہ
رحمانیہ لاہور ــــ ۴۹۔ سورۃ ھود:۱۵-۱۶ ــــ ۵۰۔ سورۃ الکھف:۴۶ ــــ ۵۱۔ مشکوٰۃ
المصابیح (مترجم) جلد دوم، کتاب النکاح ص ۲، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور ــــ ۵۲۔ مشکوٰۃ
المصابیح، جلد دوم، کتاب الرقاق ص ۴۸۵، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور ــــ ۵۳۔ ایضاً ــــ
۵۴۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الرقاق ص ۴۹۱، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور ــــ ۵۵۔ ایضاً
ص ۴۸۵ ــــ ۵۶۔ سورۃ البقرۃ:۲۰۰-۲۰۲ ــــ ۵۷۔ مولانا مودودی، اسلامی تہذیب اور
اس کے اصول و مبادی ص ۵۷-۵۸، اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔

ضروری وضاحت: حالیہ شمارہ جلد ۲۷ کا عدد ۳، ۴ ہے۔ لہٰذا رجب، شعبان ۱۴۱۶ھ
بمطابق دسمبر، جنوری ۱۹۹۶ء پر مشتمل ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبد القوی لقمان

مقالات

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسلام اور فتنہ اعتزال

مسئلہ خلق قرآن

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفات میں سے ایک صفت اور غیر مخلوق ہے۔ سلف صالحین" اور ائمہ اہل السنہ والجماعہ" کا یہی عقیدہ ہے۔ جبکہ جہمیہ اور معتزلہ نے اپنے "اصول توحید" کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا بھی انکار کرتے ہوئے اسے مخلوق گردانا ہے اور کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو غیر مخلوق سمجھنے سے "تعدد قدماء" لازم آتا ہے اور اس طرح قرآن مجید "حادث" کی بجائے ایک قدیم چیز بن جاتی ہے، جس سے خالق (اللہ) کی مخلوق (قرآن) کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے لہٰذا انہوں نے اس نظریے کو "عقیدۂ توحید" کے منافی سمجھتے ہوئے قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی صفت کلام سے الگ تھلگ کردیا۔ بعد میں یہی مسئلہ نزاع کی شکل اختیار کرگیا اور عباسی عہد حکومت، خاص طور پر مامون الرشید کے دور میں امت مسلمہ میں ایک خطرناک فتنے کی صورت میں منظر عام پر آیا اور یہی دور عقل پرستوں کے عروج کا دور کہلاتا ہے۔

مامون الرشید تو مسلک اعتزال کا جنون کی حد تک شیدائی تھا۔ اس نے حاکم بغداد اسحاق بن ابراہیم کو پہلا شاہی فرمان یہ بھیجا کہ:

"(۱) جو لوگ قرآن کو غیر مخلوق سمجھتے ہیں ان کو سرکاری ملازمت سے برطرف کردیا جائے۔ (۲) ان کی شہادتیں ناقابل اعتماد قرار دی جائیں اور (۳) دار الخلافہ کے ممتاز علماء کے خلق قرآن کے بارے میں خیالات قلمبند کرکے میرے پاس بھیجے جائیں"

چنانچہ حاکم بغداد نے تقریباً بیس علماء کے بیانات درج کرکے خلیفہ کو بھیجے جن میں سے اکثر علماء نے معتزلی عقائد کی صریحاً نفی کی تھی۔ کچھ نے گول مول جواب دیا۔ مامون الرشید ان بیانات سے سخت برہم ہوا اور دوسرا حکم یہ دیا کہ "جو لوگ قرآن کو مخلوق نہ مانیں، انہیں فوراً گرفتار کرکے میرے پاس بھیج دیا جائے۔" (دیکھئے آئینہ پرویزیت: ج۱، ص ۳۲-۳۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ